پروفیسر خالد شبیر احمد قسط: ۳۴

ورق ورق زندگی

مولانا عبیداللہ احرار جماعت کے صدر منتخب ہو گئے: (۱۹۶۸ء)

ضیغمِ احرار شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفاتِ حسرت آیات جماعتِ احرار کے لیے قیامت سے کم نہ تھی۔ اتنے بڑے رہنما کا جماعت کی تنظیم نو کے اوّلیں دنوں میں رحلت کر جانا کتنا بڑا سانحہ تھا یہ وہی جانتے ہیں جنھیں یہ سانحہ پیش آیا۔ لیکن ایسے سانحات میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا جماعت احرار کا طرۂ امتیاز رہا ہے اور ان شاء اللہ مستقبل میں بھی رہے گا۔ چنانچہ جلد مجلس شوریٰ کا اجلاس بلا کر فیصل آباد سے تعلق رکھنے والے مولانا عبیداللہ احرار کو بلا مقابلہ مجلس احرار اسلام پاکستان کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ اور اُن کی قیادتِ باسعادت میں جماعت پہلے سے بھی زیادہ پرعزم ہو کر راہِ صداقت پر گامزن ہوگئی۔

جذبے پہ اپنے مجھ کو بھروسہ ہے اس قدر
رکتا نہیں ہوں راہ میں جل ہو کہ کوئی تھل

مولانا عبیداللہ احرار رحمہ اللہ کا قیامِ پاکستان سے پہلے پنجاب کے ضلع فیروز پور سے تعلق تھا۔ وہ مسلکاً اہل حدیث تھے لیکن ساری عمر مجلس احرار سے وابستہ رہے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے انھیں بے پناہ عقیدت تھی۔ اُن کا گھر مجلس احرار اسلام فیصل آباد کا ذیلی دفتر ہوتا تھا اور اکثر اُن کے ہاں ہی احرار کارکن اکٹھے ہو کر جماعتی امور سرانجام دیتے تھے۔ وہ جماعت احرار کے بانی اراکین میں سے تھے۔ ضلع فیروز پور سے جس وفد نے ۱۹۲۹ء کے دوران جماعت کی تشکیل کا فیصلہ کیا تھا اُس میں وہ بھی شریک تھے۔ پھر تحریک کشمیر ۱۹۳۱ء کے دوران انہوں نے بھرپور حصہ لیا تھا۔ ان کی اہلیہ محترمہ اور ان کی ہمشیر نے احرار اسلام کی خواتین کی شاخ میں احرار کے لیے بڑی خدمات سرانجام دی تھیں۔ فیصل آباد کی جماعت بھی اُن کی گراں قدر خدمات کی مرہونِ منت تھی۔ دامے درمے قدمے سخنے وہ ہمیشہ مجلس احرار اسلام کی خدمت کے لیے سب سے آگے رہتے تھے اور حلقۂ احرار کے علاوہ شہر کی تمام دینی و سیاسی جماعتوں میں اُن کے اس دینی جذبے کی وجہ سے اُنھیں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اُنھوں نے ضیغمِ احرار کے اس خلا کو اس خوبصورتی سے پُر کیا کہ احرار کارکن انہیں سر آنکھوں پر بٹھانے کے لیے بے تاب و مضطرب رہتے تھے۔ مختلف شہروں میں احرار کارکنوں نے اُن کا پُر جوش استقبال کیا اور اُن کی خدمت میں سپاس نامے پیش کر کے اُن کی قیادت پر اپنے لازوال یقین و اعتماد کا اظہار کیا۔ مولانا عبیداللہ احرار جماعت کے عہدۂ صدارت پر متمکن ہونے کے بعد جب ملتان تشریف لائے تو چھاؤنی ریلوے سٹیشن پر جنرل سیکرٹری مجلس احرار اسلام مولانا سید ابوذر بخاری کی قیادت میں اُن کا پرجوش استقبال کیا گیا اور بعد میں ایک تقریب میں اُن کی خدمت میں سپاس نامہ بھی پیش کیا گیا۔ اس موقع پر ابناء امیر شریعت، مولانا سید عطاء

الحسن بخاریؒ، مولانا سید عطاء المومن بخاری اور پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری کے علاوہ ملتان کے قدیم وجدید احرار کارکنوں کا ایک جم غفیر اُن کے استقبال کے لیے موجود تھا۔ خصوصاً صوفی نذیر احمدؒ، شیخ نصر اللہ، (سٹینڈرڈ بیکری والے) چودھری نواب علی، شیخ نذیر احمد، شیخ بشیر احمد، کریم اللہ اور حکیم محمود جراح اس موقع پر پیش پیش تھے۔ پھر رات کو قلعہ کہنہ قاسم باغ میں انہوں نے اور مولانا سید ابوذر بخاری نے احرار کانفرنس سے خطاب بھی کیا۔

ڈیرہ غازی خان میں احرار کانفرنس: (۲۰/ اکتوبر ۱۹۶۸ء)

ڈیرہ غازی خان میں ایک بہت بڑی احرار کانفرنس منعقد کی گئی جس میں احرار کی مرکزی قیادت کو ایک سپاس نامہ بھی پیش کیا گیا۔ جس کے محرک سید امیر علی شاہ بخاریؒ اور حاجی محمد رمضان تھے سپاس نامے کے اقتباسات نذرِ قارئین کرنا انتہائی ضروری سمجھتا ہوں۔ مولانا عبیداللہ احرار صدر مجلس احرار اسلام اور مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری سیکرٹری جنرل مجلس احرار کو خطاب کرتے ہوئے کہا گیا:

پہلا اقتباس:

''مہمانانِ محترم! ایک عرصہ کے بعد ڈیرہ غازی خان میں احرار کانفرس کے اس اجلاس میں آپ کی تشریف آوری ڈیرہ غازی خان کے شہریوں کے لیے عموماً اور احرار کارکنوں کے لیے خصوصاً باعثِ افتخار و مسرت ہے۔

آپ آگئے تو از سرِ نو زندگی ملی

مجلس احرار اسلام جس کی اساس تقویم دین، حکومتِ الٰہیہ کا نفاذ، فرقِ باطلہ کی تردید اور مظلوم انسانیت کی فلاح و حمایت کے اصولوں پر رکھی گئی اور جس کو مفکر احرار چودھری افضل حقؒ کا ملکوتی فکر، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کا تقویٰ اور شرافت، مولانا سید داؤد غزنوی کی فراست، شیخ حسام الدین کا تدبر و ذہانت، امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی یکتائے روزگار خطابت و سیاست، ماسٹر تاج الدین کا خلوص و دیانت، شہیدِ ختمِ نبوت مولانا گل شیر شہید کا سوز و خونِ شہادت، قاضی احسان احمد کی سفارت اور آغا شورش کاشمیری کی فصاحت و بلاغت پھر دوسرے بے شمار زعماء اور مخلص جاں نثار کارکنانِ احرار کا ایثار نصیب ہوا۔ اس تحریک نے نہ صرف تبلیغ و اشاعت دین تک ہی اپنا حلقہ عمل محدود رکھا بلکہ انگریز کی قہرمانی قوت و سلطنت کی تباہی اور ہندوستانی عوام بالخصوص مسلمانوں کے دلوں میں برطانیہ کے سفید فام ٹوڈیوں کی نفرت و حقارت پیدا کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ تحریک پاکستان میں اگرچہ سیاسی افق پر دوسرے لوگوں کو شہرت مل گئی۔ بعض محض مادی قوت کے بل بوتے پر قائدین بن بیٹھے اور کچھ نے سیاسی جوڑ توڑ کر کے ہوس اقتدار میں پھدک کر کرسیاں سنبھال لیں مگر روحانی اور معنوی لحاظ سے پاکستان کا وجود سید احمد شہیدؒ و شاہ اسماعیل شہیدؒ کے خون شہادت و اکابر علماء دیوبند اور امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی انگریز دشمن قیادت کا مرہونِ منت ہے۔

تعمیر کی ہر اینٹ پہ لکھا ہے میرا نام
دیوار مگر آپ سے منسوب ہوئی ہے

آزادیٔ ہند، تحریکِ خلافت اور تحریکِ ختمِ نبوّت کے وہ شہدا جو آزادی کے نشہ میں سرشار، انگریزی توپوں کے بھوکے دہانوں کا نوالہ بن گئے اُن کی روحیں آج پکار پکار کر کہہ رہی ہیں

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئینِ گلستاں میں
ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے‘‘

دوسرا اقتباس:

’’ماضی میں بعض سیاسی مدّ وجزر، مارشل لا کے نفاذ، پھر احرار کی مرکزی قیادت سے چودھری افضل حق، سرمایۂ احرار مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، شیخ حسام الدینؒ اور دیگر رفقاء کے سایہ کا اُٹھ جانا احرار اسلام کی سرگرمیوں کے لیے تعطّل کا باعث بنا خصوصاً امیر شریعت کی موت سے احرار کی مرکزی قیادت کو نا قابلِ تلافی نقصان پہنچا۔ مگر اب پھر اللہ کے فضل وکرم سے اس تحریک کو مولانا عبید اللہ احرار کی مایہ ناز قیادت اور ابن امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری کی متین وعالمانہ سیادت سے نوازا ہے اور اسی قیادت وسیادت کے زیرِ سایہ مجلس احرارِ اسلام نیا ولولہ، نیا جوش وخروش اور بلند عزائم لے کر میدانِ عمل میں اتر آئی ہے۔

قائدِ محترم!

ہم خدام مجلس احرار اسلام آپ کو یقین دلاتے ہوئے پوری سنجیدگی سے اعلان کرتے ہیں کہ آئینِ الٰہی کے نفاذ، اسلام کی سربلندی، تحفظ ختمِ نبوّت اور مملکتِ خداداد پاکستان کے استحکام نیز دشمنانِ دین کا سر کچلنے کے لیے ہم آپ کے ہمرکاب ہیں، اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔‘‘

ملتان میں ہیضے کی وبا اور احرار کارکنوں کا جذبۂ خدمتِ خلق: (اپریل ۱۹۶۸ء)

اس کانفرنس سے پہلے اپریل ۱۹۶۸ء میں ملتان میں ہیضے کی وبا چھوٹ پڑی جس نے بڑی سرعت کے ساتھ پورے ملتان اور اس کے گردونواح کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ دو چار روز میں ہی ہنستی ہوئی آبادیوں سے بے شمار جنازوں کے ساتھ ساتھ آہ وبُکا، غم والم اور فریاد کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ ہفتہ، عشرہ میں شہری زندگی کی بنیادیں متزلزل ہونے لگیں۔ سستی شہرت وعزت اور سیاسی وقار کے بھوکے برساتی لیڈر تہ خانوں سے اُبل پڑے، کاروباری ذہن امداد وتعاون کے نام سے کھل کھیلے۔ ایسے حالات میں مجلس احرار اسلام ملتان نے اپنی روایت زندہ کی۔ محض توکل علی اللہ کے حقیقی سہارے پر یکے بعد دیگرے دو طبّی امدادی کیمپ قائم کر کے ہزارہا مریض اور قریب الموت انسانوں کو پیامِ زندگی دیا۔ غم زدوں کی ڈھارس بندھائی۔ لاکھوں مسلمان بھائی بہنوں کی خلوص ومحبت میں ڈوبی ہوئی دعائیں لیں۔

چودھری نواب علی مرحوم مغفور:

چودھری نواب علی نائب صدر مجلس احرارِ اسلام ملتان پیرانہ سالی کے باوجود جواں ہمت اور پرعزم دل ودماغ کے انسان تھے۔ یوں تو وہ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے لیکن ایک چیز جو اُن کی شخصیت کا اہم ترین جز بن چکی تھی وہ یہ تھی کہ

جب بھی وہ کسی چیز کا عزم کر لیتے تو اس پر پوری عظمت کے ساتھ قائم رہتے ۔ پھر پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتے ہیں، دریاؤں کا رخ بدل سکتا ہے لیکن انہیں اپنے ارادوں سے باز نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ چنانچہ اس وبا میں میدانِ عمل میں اترنے کا محرکِ اوّل بھی وہی ہوئے ۔ چودھری نواب علی کی تحریک پر ہی مقامی جماعت کا ایک ہنگامی اجلاس ۱۰/اپریل ۱۹۶۸ء زیرِ صدارت جناب شیخ محمد یعقوب صاحب جالندھری صدر مجلس احرارِ اسلام ضلع ملتان ہوا اجلاس میں دوسرے کارکنوں کے علاوہ جناب شیخ تاج محمد لدھیانوی صدر مجلس احرار اسلام ملتان شہر، جناب نذیر احمد چوہان (سٹینڈرڈ بیکری والے)، شیخ انعام الٰہی صاحب، جناب شیخ محمد یٰسین صاحب، جناب خلیفہ محمد یعقوب، جناب مشتاق احمد غوری، جناب کریم اللہ، جناب صوفی نذیر احمد، شیخ بشیر احمد نور محلی، ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ، ابن امیر شریعت سید عطاء المؤمن بخاری اور دیگر احرار کارکنوں نے شرکت کی ۔ اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ عوام کی طبّی امداد کے لیے مجلس احرار اسلام کی طرف سے ایک طبّی کیمپ کھولنا چاہیے۔ جہاں پر ملتان کے غریب، مفلس اور پریشان حال عوام کے مفت علاج کا اہتمام کیا جا سکے۔

جناب شیخ محمد یعقوب صاحب جالندھری صدر مجلس احرار اسلام نے سب سے پہلے مالی امداد مہیا کی ۔ انہوں نے طبی امداد کی ابتدائی ضروریات کو پورا کرنے کی حامی بھر لی تو جماعت کے سامنے کسی مستند، ایثار پیشہ ڈاکٹر کی ضرورت تھی۔ لیکن یہ ضرورت ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ احرار نے اپنا طبی کیمپ عثمانیہ مارکیٹ (حسین آگاہی) میں کھول دیا۔ لیکن ڈاکٹر کا انتظام نہ ہو سکا۔ اس پر سب پریشان تھے۔ خصوصاً چودھری نواب علی جو کیمپ کے پاس پاؤں پر بیٹھے اُس وقت اسی پریشانی میں رو رہے تھے اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات اُن کے پر خلوص دل کی تڑپ اور پریشانی کا پتہ دے رہی تھی ایسے میں کسی شخص نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا کہ ''بابا جی کیوں رو رہے ہو؟'' اور یہ ہاتھ عثمانیہ مارکیٹ کے مستند و مخلص ڈاکٹر جناب عبداللطیف امرتسری کا تھا جس نے چودھری نواب علی کو دلاسا دیتے ہوئے کہا کہ آج کے بعد جب تک شہر میں ہیضے کی وبا رہے گی میں اپنا ذاتی کام نہیں کروں گا اور صرف آپ کے کیمپ میں ہی کام کرتا رہوں گا۔ اس پر نہ صرف چودھری نواب علی بلکہ تمام احرار کارکنوں کے دل خوشی سے باغ باغ ہو گئے اور یہ خوشی صرف اس لیے تھی کہ احرار رضا کاروں کو اپنی روایت کے مطابق خدمتِ خلق کا موقع میسر آ گیا۔ چنانچہ ۱۸/اپریل ۱۹۶۸ء کو جناب شیخ محمد یعقوب جالندھری کی زیرِ نگرانی کیمپ نے اپنا کام شروع کر دیا۔ طبی کیمپ کو ایک عارضی ہسپتال کی شکل دے دی گئی۔ مریض آنے شروع ہو گئے ہسپتال میں بستروں کا انتظام بھی ہو گیا۔ عورتوں کے لیے الگ اور مردوں کے لیے الگ، اس موذی مرض کے لیے قیمتی سے قیمتی دوا مہیا ہو رہی تھی۔ رضا کار دن رات لوگوں کی خدمت میں موجود رہتے ۔ اپنی جان خطرے میں ڈال کر احرار رضا کاروں نے لوگوں کے اسہال اور قے کو اپنے ہاتھوں سے صاف کیا، انھیں حوصلہ دیتے اور جواب میں نادار اور مخلص مریضوں سے دعائیں لیتے رہے۔

شروع میں تو مریضوں کی تعداد بڑھتی چلی گئی ایک وقت میں تقریباً پانچ صد تک تعداد پہنچ گئی لیکن احرار رضا کاروں کے حوصلے بھی اس تعداد کے ساتھ بڑھتے ہی گئے ۔ مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری بھی اپنا

قیمتی وقت نکال کر اس عارضی کیمپ میں تشریف لاتے جس سے کارکنوں کو حوصلہ ہوتا۔ میں بھی اپنے فارغ وقت پر اس طبی امدادی کیمپ میں حاضر ہو کر رضا کاروں کے ساتھ مل کر کوئی نہ کوئی کام کرتا رہتا۔ میرے لیے یہ اعزاز تھا کہ میں احرار کارکنوں میں شامل ہوں اور جماعتی نظم وضبط کا پابند ہوں۔ یہ سلسلہ ۲۰رمئی ۱۹۶۸ء تک جاری رہا اور ہزار ہا مریض اس کیمپ سے شفایاب ہوئے۔

شیخ محمد یعقوب جالندھری نے دوسرے مخیّر حضرات سے مل کر مالی امداد جاری رکھی، چودھری نواب علی نے اپنا کاروبار بند کر کے اپنے آپ کو اس طبی کیمپ کے لیے وقف رکھا، شیخ تاج محمد، شیخ محمد یعقوب ہوشیار پوری جو کہ جمعیت علمائے اسلام سے وابستہ تھے، انہوں نے بھی احرار کیمپ میں دن رات کام کر کے اپنے دینی جذبے کا اظہار کیا۔ نذیر چوہان جو کہ ملتان کی جماعت کے خازن بھی تھے، انھوں نے بھی مالی امداد اور کیمپ میں کام کرنے کا حق ادا کر دیا۔ نوجوان احرار کارکن نثار احمد مہاجر جنید نے کیمپ میں مریضوں کی خدمت میں دن رات ایک کر دیا۔

کام کا اندازہ:

احرار کیمپ ۱۸راپریل ۱۹۶۸ء سے لے کر ۲۸رمئی ۱۹۶۸ء تک اپنا فرض سرانجام دیتا رہا۔ اس دوران شہری ضروریات کے پیشِ نظر اور کیمپ کے کام کو پورے شہر کے لیے ناکافی سمجھتے ہوئے جماعت نے ۲۲راپریل ۱۹۶۸ء کو لکڑ منڈی میں ایک دوسرا طبی کیمپ بھی کھول دیا تاکہ وبا کی شدت کا بہتر طور پر مقابلہ کیا جا سکے اور زیادہ سے زیادہ مریضوں کو امداد مہیا کی جا سکے۔ مجموعی طور پر ایک اندازے کے مطابق اس تمام عرصہ میں تقریباً پندرہ ہزار چھ سو پچاس مریضوں نے احرار طبی کیمپ سے فائدہ اٹھایا۔ ان میں سے کچھ مریض ایسے بھی تھے جن پر تین تین سو روپے خرچ ہوئے۔ لیکن اللہ کا شکر تھا کہ سب مریض شفایاب ہو کر گئے۔ کسی مریض کی موت کیمپ میں نہیں ہوئی۔ لوگ مایوس اور نا اُمید ہو کر آتے تھے اور اللہ کے فضل وکرم سے شفایاب ہو کر جاتے تھے۔

آخری تقریب میں مولانا عبیداللہ احرار کا خطاب:

کیمپ کے اختتام پر ۲۸رمئی ۱۹۶۸ء کو مجلس احرارِ اسلام ملتان نے ڈاکٹر صاحبان خصوصاً ڈاکٹر عبداللطیف امرتسری کا شکریہ ادا کرنے کے لیے ایک محفلِ عصرانہ ترتیب دی۔ صدر محترم جناب مولانا عبیداللہ احرار لائل پور (فیصل آباد) سے تشریف لائے، انہیں خاص طور پر مقامی جماعت کی طرف سے دعوت دی گئی تھی۔ مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ ناظم مرکزیہ نے اپنے دست مبارک سے ڈاکٹر عبداللطیف امرتسری انچارج کیمپ عثمانیہ مارکیٹ اور ڈاکٹر بشیر احمد صاحب انچارج احرار طبی کیمپ لکڑ منڈی کو ہار پہنائے نیز انھیں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے ترجمہ قرآن پاک نسخے اور تاریخ احرار سمیت جماعتی مطبوعات ایک ایک سیٹ، اسلامی تحفہ اور برمحل ہدیہ کے طور پر پیش کیا۔ مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری اس موقع پر ملتانی حکام کی پرانی روایات کے مطابق زبان بندی کی وجہ سے سامعین کو خطاب نہ کر سکے لیکن یہ کسر صدر مرکزیہ جناب مولانا عبیداللہ احرار نے پوری کر دی، آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''احرار کے بہادر اور جیالے نوجوانو! میں تمھیں اس کارنامے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں، تم نے اپنے ماضی کی یاد تازہ کردی۔ اس کیمپ کے حالات سن کر مجھے ۱۹۳۵ء کا وہ احرار کیمپ یاد آ گیا جو ہماری جماعت نے کوئٹہ کے قیامت خیز زلزلے سے متاثر ہونے والے افراد کی خدمت کے لیے لگایا تھا۔ جماعت کے اس کام سے متاثر ہو کر جب حکومت نے جماعتِ احرار کا شکریہ ادا کرنا چاہا تو مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ نے یہ کہہ کر بات ٹال دی کہ احرار جب بھی کوئی ایسا کام کرتے ہیں تو ان کے سامنے حکومت کے شکریے نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا مندی ہوتی ہے۔ جماعت احرار کے لیے یہ پہلا موقعہ نہیں ہے بلکہ اس سے پیشتر بھی وہ اس قسم کے کارنامے سرانجام دیتی رہی ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی قوم کے دکھ میں پوری طرح شریک ہو کر اُن کے کام آنے کا مصمم ارادہ رکھتی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں نیک لوگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے اور ہمیں نیکی سے محبت اور برائی سے نفرت کی توفیق دے۔'' (آمین)

صدر مرکزیہ کے خطاب سے پہلے ڈاکٹر صاحبان کی خدمت میں مولانا رحمت اللہ مہاجر نے سپاس نامہ پیش کیا اور حافظ احمد دین صاحب نے کیمپ کی کارگزاری پر رپورٹ پڑھی جس کے بعد مدعوئین کی چائے سے تواضع کی گئی اور آخر میں مولانا سید ابوذر بخاریؒ کے دعائیہ کلمات کے بعد تقریب بہ احسن اختتام پذیر ہوئی۔

پاکستان کی سیاسی فضا اور احرار اسلام کا روایتی کردار:

جس دور کے حوالے سے اپنی سوانح حیات پیش کر رہا ہوں، وہ پاکستان کی سیاسی تاریخ میں ایک انتہائی اہمیت کا حامل دور تھا۔ اس وقت ذوالفقار علی بھٹو اپنے پورے وسائل کے ساتھ میدانِ سیاست میں اتر چکے تھے۔ ان کے منشور کے خدوخال واضح طور پر سامنے آ چکے تھے۔ جس میں یہ کہا گیا تھا کہ اسلام ہمارا دین ہے، سوشلزم ہماری معیشت ہے، جمہوریت ہماری سیاست ہے۔ پورے ملک میں سوشلزم زندہ باد کے نعرے گونج رہے تھے۔ دوسری طرف پاکستان ائیر فورس کے سابق سربراہ ائیر مارشل اصغر خان بھی میدان سیاست میں اپنا رنگ جمانے کی کوشش میں مصروف تھے اور عوام کی ایک واضح تعداد اُن سے بھی اسی طرح متاثر تھی جس طرح ذوالفقار علی بھٹو سے۔ غرضیکہ یہ دونوں لیڈر اس وقت کی سیاست پر چھائے ہوئے تھے۔ خصوصاً ذوالفقار علی بھٹو نے تو بڑی حد تک نوجوان نسل کو متاثر کر کے اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ اور سیاست میں ایسی حیثیت حاصل کر لی تھی کہ پورا سیاسی ماحول ذوالفقار علی بھٹو کے قبضے میں تھا۔ بڑے بڑے سیاسی رہنما نہ صرف ذوالفقار علی بھٹو سے متاثر تھے بلکہ مرعوب بھی تھے۔ ایسے حالات میں مجلس احرار اسلام نے آگے بڑھ کر ذوالفقار علی بھٹو کے سوشلزم کے نعرے کی مخالفت کر کے اُسے للکارا، اس کی مخالفت کا عزم کیا اور اپنے پورے وسائل کے ساتھ سوشلزم کے اس نعرے کی مخالفت کی۔ دوسری طرف ہماری دینی جماعت جمعیت علمائے اسلام جس کی قیادت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور مولانا مفتی محمودؒ کر رہے تھے نے ذوالفقار علی بھٹو کی شہرت اور عوام میں اس کی پذیرائی کو دیکھ کر ذوالفقار علی بھٹو کی ہم نوائی کر کے دینی حلقے کو حیرت میں ڈال دیا۔ البتہ جماعت اسلامی نے ذوالفقار علی بھٹو کے سوشلزم کی مخالفت کو اپنی جماعت کے

نصب العین کا ایک اہم حصہ بنالیا اور سوشلزم کی مخالفت کر کے اس سیاسی ماحول میں ایک اہم کردار ادا کیا۔۱۱۳ علمائے اسلام کے اس فتویٰ کی تشہیر بھی بڑے وسیع پیمانے پر جماعتِ اسلامی کی طرف سے کی گئی جس میں کہا گیا تھا کہ:

''سوشلزم کفر ہے اور اس کی اعانت حرام ہے۔''

اس طرح ملک کی دینی جماعتیں دو حصوں میں تقسیم ہوگئیں۔ جماعت اسلامی اور جمعیت علمائے اسلام۔ مجلس احرار نے بھی سوشلزم کی مخالفت کو اپنے نصب العین میں شامل کر کے پورے ملک کے اندر ایک کھلبلی مچادی۔ جس سے اس طبقے کو تقویت حاصل ہوئی جو ذوالفقار علی بھٹو کی اس سلسلے میں مخالفت کر رہا تھا۔ ملک کے مشہور سوشلسٹ جے۔ اے رحیم، معراج محمد خان، مبشر حسن، معراج خالد اور رانا مختار بھی پیپلز پارٹی کے رہنماؤں میں شامل تھے۔

ذوالفقار علی بھٹو کی مرزا ناصر سے ملاقات:

ایسے حالات میں ذوالفقار علی بھٹو نے قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر سے ملاقات کر کے دینی حلقے کو حیرت زدہ کر دیا۔ مجلس احرار اسلام نے پورے ملک کے اندر اس ملاقات پر جلسے کر کے اس کے خلاف بھرپور احتجاج کیا۔ لاہور میں دہلی دروازے کے احرار پارک میں ایک بہت بڑی احرار کانفرنس میں احرار اکابر نے جن میں مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ، سید عطاء المؤمن بخاری، چودھری ثناء اللہ بھٹہ، مولانا عبیداللہ احرار کی تقریروں کے بعد مولانا سید ابوذر بخاریؒ نے تقریر کرتے ہوئے اس ملاقات کے پس منظر اور اس کے محرکات سے عوام کو آگاہ کیا اور کہا کہ بھٹو اور مرزا ناصر کی اس ملاقات نے ملک کی سلامتی کو ایک پرحول خطرہ میں مبتلا کر دیا ہے اور قادیانیوں کے ساتھ پیپلز پارٹی کا یہ اشتراک اور اتحاد کل کیا گل کھلانے والا ہے اس کے تصور سے ہی انسان لرز اٹھتا ہے۔ اس اتحاد سے ملکی سلامتی کو شدید خطرہ ہے۔ اس موقع پر ہزاروں شرکاء کانفرنس نے مرزائی کمیونسٹ اتحاد مردہ باد کے نعرے لگائے۔ لیکن اس عوامی سطح پر احتجاج کا پیپلز پارٹی پر کچھ اثر نہ ہوا بلکہ اس کے بعد ایک پریس کانفرنس میں ذوالفقار علی بھٹو نے برملا کہا کہ ''مرزا ناصر سے ملاقات میرا حق تھا اور میں آئندہ بھی مرزا ناصر سے ملاقات کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہوں۔''

ایسے حالات میں آغا شورش کاشمیری بھی ذوالفقار علی بھٹو کی مخالفت میں پورے عزم کے ساتھ شامل ہوگئے۔ یاد رہے کہ ذوالفقار علی بھٹو کے ابتدائی دور میں صدر ایوب کی مخالفت ان دونوں کے درمیان قدرِ مشترک تھی اس لیے آغا صاحب اور بھٹو صاحب کی آپس میں اچھی خاصی دوستی تھی جو اب مخالفت میں تبدیل ہوگئی۔ لیکن جمعیت علماء اسلام پر بھٹو کی سیاست میں اس تبدیلی کا کوئی اثر نہ ہوا اور وہ بدستور ذوالفقار علی بھٹو بنے رہے۔ ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات کے موقع پر بھٹو نے قلابازی کھائی اور جمعیت علماء اسلام سے اتحاد ختم کر کے ڈیرہ اسماعیل خان میں مولانا مفتی محمود کے مقابلے میں امیدوار بن کر سامنے آ گئے۔ مولانا مفتی محمود نے بھٹو کو عبرتناک شکست دی۔ پھر صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) اور بلوچستان میں پیپلز پارٹی، نیشنل پارٹی اور جمعیت علماء اسلام کی مشترکہ حکومتیں بنیں۔ لیکن سہ فریقی اتحاد کا رومانس زیادہ دیر نہ چل سکا۔ مولانا مفتی محمود نے سرحد کی وزارتِ اعلیٰ سے استعفیٰ دے دیا۔ اسی طرح ولی خان اور بزنجو بھی حکومت سے علیحدہ ہوگئے۔ بلوچ بغاوت کر کے پہاڑوں پر چڑھ گئے، سرحد میں پی پی رہنما حیات محمد شیر پاؤ قتل ہوئے، بلوچستان میں جمعیت علماء اسلام

کے مولانا شمس الدین شہید ہوئے، عبدالصمد اچکزئی قتل ہوئے، پنجاب میں جماعت اسلامی کے رکن قومی اسمبلی ڈاکٹر نذیر اور خواجہ محمد رفیق شہید کر دیے گئے۔ یوں پورے ملک میں سیاسی رہنماؤں اور کارکنوں کا قتل عام ہونے لگا۔ بھٹو حکومت کی فسطائیت اور ظلم کے خلاف نئے سیاسی اتحاد بنے اور سول نافرمانی کی تحریکیں چلیں بالآخر ۱۹۷۷ء میں بھٹو حکومت کو جنرل ضیاء الحق نے مارشل لا کے ذریعے ختم کر دیا اور نواب محمد احمد خان کے مقدمہ قتل میں بھٹو کو پھانسی دے دی گئی۔

مجلس احرارِ اسلام نے ذوالفقار علی بھٹو کے بارے میں جن خدشات کا اظہار کیا تھا وہ حرف بہ حرف پورے ہوئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت نے یہ منظر بھی دکھایا کہ جس ذوالفقار علی بھٹو نے ووٹوں کی خاطر مرزا ناصر سے ملاقاتیں کی تھیں وہی بھٹو ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت میں قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر مجبور ہوا۔

مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں خصوصاً قائد احرار مولانا سید ابوذر بخاریؒ اور اُن کے رفقاء نے سیکولر سیاسی جماعتوں کے ساتھ دینی جماعتوں کے اتحاد سے کبھی اتفاق نہیں کیا۔ یہ اُن کی مبنی بر اخلاص ایک رائے تھی۔ احرار رہنماؤں کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ سیکولر سیاسی جماعتوں کے ساتھ اتحاد نے دینی طبقات کو ہمیشہ نقصان پہنچایا ہے خصوصاً اُن کی دینی حیثیت کو مجروح کیا ہے۔ قومی وملکی مسائل پر اُن سے کسی نکتے پر مفاہمت تو ہوسکتی ہے لیکن اتحاد زہر قاتل ہے۔ اس مؤقف پر وہ آج بھی قائم ہیں کہ دینی جماعتوں کا آپس میں اتحاد ہونا چاہیے اور وہ بھی مستقل بنیادوں پر۔ اس عنوان پر ماضی میں بہت کوششیں ہوتی رہی ہیں۔

مارچ ۱۹۸۰ء مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ نے خان پور میں مسلک دیوبند کے تمام دینی حلقوں کو اکٹھا کر کے اتحاد کی کوشش کی لیکن ان کی یہ کوشش بھی رائیگاں گئی۔ خان پور کے اجتماع میں مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک تاریخی تقریر میں ان وجوہات کا ذکر کیا جس وجہ سے یہ اتحاد نہیں ہوتا تھا۔ اس تقریر کی کیسٹ آج بھی موجود ہے، دارِ بنی ہاشم سے رابطہ کر کے حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس تقریر کی کہانی جناب مولانا زاہد الراشدی نے مولانا سید ابوذر بخاریؒ پہ اپنے ایک مضمون مطبوعہ ''نقیبِ ختمِ نبوت'' میں بیان کر دی ہے جو نذر قارئین کی جاتی ہے۔

''مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ کے ساتھ بے شمار ملاقاتیں ہوئیں۔ عام جلسوں میں ان کے طویل خطابات سنے اور نجی محفلوں کی بے تکلفانہ گپ شپ کا حظ بھی اٹھایا۔ مجھے ان کے مطالعہ کی وسعت اور معلومات کے استحضار نے سب سے زیادہ متاثر کیا حتیٰ کہ بسا اوقات صرف اس لیے ان سے ملاقات ومجلس کے مواقع تلاش کرتا تھا کہ بہت سی مستند معلومات کسی لمبے چوڑے مطالعہ کی کلفت اٹھائے بغیر ان کے ہاں مل جایا کرتی تھیں۔

انہیں جمعیت علما اسلام کی سیاسی پالیسیوں سے ہمیشہ اختلاف رہا اور مجھے ایک عرصہ تک سیکرٹری اطلاعات کی حیثیت سے جمعیت کے ترجمان کی حیثیت حاصل رہی، وہ اپنے اختلاف کا کھل کر اظہار کرتے تھے اور لگی لپٹی رکھے بغیر کرتے۔ ایک صاحب علم اور صاحب رائے کے طور پر میں ان کا یہ حق سمجھتا تھا۔ اس لیے اختلافات اور ان کے اظہار میں ایک گونہ شدت کے باوجود اُن سے میری عقیدت کا سلسلہ بدستور قائم رہا۔ حتیٰ کہ اس سلسلہ میں ایک دلچسپ لطیفہ بھی ریکارڈ میں آجائے تو شاید نامناسب نہ ہو۔ ایک دور میں جمعیت علما اسلام کے امیر حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نوّر اللہ مرقدہٗ نے دیوبندی مکتب فکر کے

سرکردہ علما کو جامعہ مخزن العلوم خان پور میں جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ عمومی جلسہ بھی تھا اور مختلف دیوبندی جماعتوں کے رہنماؤں کے مشترکہ خصوصی اجلاس کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔ حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ، حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ اور حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ سمیت بیشتر دیوبندی علما جمع تھے۔ مولانا سید ابوذر بخاری کا خطاب ظہر کے بعد کی نشست میں تھا جبکہ مولانا مفتی محمود نے رات کی نشست میں خطاب کرنا تھا۔ معاملہ خاصا نازک تھا، مولانا سید ابوذر بخاریؒ نے اپنے تفصیلی خطاب میں روئے سخن مفتی محمود صاحبؒ ہی کی طرف رکھا اور اپنے مخصوص اندازِ خطابت کے دائرہ میں وہ جو کچھ کہہ سکتے تھے کہہ گئے۔ سٹیج پر میں بھی موجود تھا بلکہ حضرت مولانا سید ابوذر بخاریؒ کی کرسی کے بالکل ساتھ فرشی نشست پر آلتی پالتی مار کر بیٹھا تھا اور اپنی جماعت کی پالیسیوں کے خلاف ان کی خطیبانہ گھن گرج سے محظوظ ہو رہا تھا۔ نشست ختم ہوئی، پتہ چلا کہ حضرت مولانا مفتی محمودؒ تشریف لے آئے ہیں۔ ان کی قیام گاہ پر ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو انہیں حضرت مولانا سید ابوذر بخاریؒ کے خطاب کی رپورٹ مل چکی تھی، صورت حال کی نزاکت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے مفتی صاحب جمعیت علما اسلام کے سیکرٹری جنرل تھے اور میں سیکرٹری اطلاعات، جب کہ جمعیت ہی کے امیر کے طلب کردہ جلسہ میں جمعیت کی پالیسیوں کے خلاف ٹھیک ٹھاک قسم کی تقریر ہوئی تھی۔ مفتی صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں مجھ سے پوچھا ''تم نے تقریر سنی؟'' میں نے عرض کیا ''جی ہاں! پھر پوچھا تم کہاں تھے؟ میں نے جواب دیا کہ سٹیج پر! پھر دریافت کیا ''سن لی! میں نے عرض کیا ''جی ہاں سن لی! اس کے بعد مفتی صاحب نے پوچھا ''پھر کیا خیال ہے؟'' میں نے عرض کیا کہ ''میرا خیال ہے کہ یہ تقریر یہاں نہیں بلکہ کل کے مشترکہ اجلاس میں ہونی چاہیے تھی۔'' حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے چہرے پر کچھ برہمی سی نمودار ہوئی اور فرمایا ''کیا مطلب؟ تمہیں باتوں سے اختلاف نہیں صرف جگہ سے اختلاف ہے؟'' میں نے گزارش کی کہ ''ہاں! مجھے جگہ سے اختلاف ہے اس لیے کہ اس قسم کی باتیں آمنے سامنے ہو جائیں تو زیادہ بہتر رہتی ہیں۔ مفتی صاحب نے پھر پوچھا کہ اب میں کیا کروں؟ میں نے عرض کیا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے خطاب میں اس بات کا اشارہ بھی نہ دیں کہ آپ کے خلاف اس سٹیج پر کوئی تقریر ہوئی ہے۔ یہی بات بعد میں حضرت درخواستی رحمہ اللہ نے بھی ان سے فرمائی چنانچہ مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ایسا ہی کیا اور ایک نیا محاذ گرم ہوتے ہوتے رہ گیا۔'' (ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' اکتوبر ۲۰۱۲ء) **(جاری ہے)**

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

24 اپریل 2014ء
جمعرات بعد نماز مغرب

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب مجلسِ ذکر و اصلاحی بیان ہوتا ہے

الداعی: سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961